بحث ونظر

غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کے حدود

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

موجودہ دور میں 'کثیر مذہبی معاشرہ' (Plural society) کی اصطلاح بہت ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک ایسا سماج جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے بستے ہوں، سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوں، ساتھ میں دیگر مذاہب کا احترام بھی کرتے ہوں، ان کے درمیان خوش گوار سماجی تعلقات ہوں اور وہ پر امن زندگی گزارتے ہوں۔ ایسے سماج کو مثالی (Ideal) سماج تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام پر آج کل جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کثیر مذہبی معاشرہ کا قائل نہیں ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ گھل مل کر رہنے سے روکتا ہے اور انھیں الگ تھلگ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ علی الاعلان خود کو حق اور دیگر مذاہب کو باطل قرار دیتا ہے اور اس کے نزدیک حق و باطل میں یک جائی ممکن نہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسلامی ریاست کی حدود میں انھیں بس ذلت و خواری کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ انفرادیت، علیٰحدگی اور عزلت پسندی پر مبنی اسلامی تعلیمات کی بنا پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ مسلمانوں کے خوش گوار تعلقات اور بقائے باہم ممکن نہیں۔ اسلام پر اعتراضات کرنے والوں کی جانب سے اس طرح کی

باتیں آئے دن سننے کو ملتی ہیں۔

غیر مسلموں سے سماجی تعلقات

مذکورہ بالا اعتراضات اسلامی تعلیمات کو صحیح تناظر میں نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ اسلام مذاہب کے اختلاف کو گوارا کرتا ہے اور ایک ایسے سماج کو تسلیم کرتا ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (ھود:۱۱۸)

''بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے''۔

اس آیت میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین حق ایک ہی ہے اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ لوگ اسے قبول کرلیں، لیکن اس کی مشیت یہ نہیں ہے کہ تمام انسان دینِ حق کے حامل بن جائیں۔ اس نے انھیں انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی ہے۔ وہ اپنے لیے جس راہ کو چاہیں پسند کریں اور جس مذہب پر چاہیں عمل کریں۔

سماج میں جو انسان رہتے بستے ہوں ان کے درمیان آپسی تعلقات پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ یہ تعلقات عدل و انصاف اور حسن سلوک کی بنیاد پر قائم ہونے چاہییں اور مذاہب کے اختلاف کو اس معاملے میں آڑے نہیں آنے دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنۃ: ۸)

''اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے

اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے‘‘۔

غیر مسلموں سے سماجی تعلقات کے سلسلے میں یہ آیت بہت اہم ہے۔ اس میں ان غیر مسلموں کا تذکرہ ہے جو مسلمانوں سے آمادۂ پیکار نہیں رہتے، بلکہ امن وسکون کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ اس میں دو الفاظ قابلِ مطالعہ ہیں: ’’أَنْ تَبَرُّوهُمْ‘‘ اور ’’تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ‘‘۔ ’بر‘ سے مراد حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ حسن سلوک کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔[۱] قسط کو بعض مفسرین نے عدل وانصاف کے معنیٰ میں لیا ہے، یعنی غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرو۔ اور اس کا مطلب وہ یہ بتاتے ہیں کہ غیر مسلموں سے تعلقات میں میانہ روی اختیار کرو۔ نہ ان سے بہت قربت رکھو، نہ ان سے بہت دور رہو۔[۲] ابن العربی مالکیؒ کہتے ہیں: ’’تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کے طور پر اپنے مال کا کچھ حصہ انھیں دو۔‘‘[۳]

قرآن کی ان تعلیمات کو مسلمانوں نے ہر زمانے میں ملحوظ رکھا ہے۔ مکی عہد میں وہ مشرکین کے ساتھ اور ان کے درمیان رہتے تھے۔ حبشہ میں مہاجرین کی بودو باش عیسائیوں کے درمیان تھی۔ مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے قبائل آباد تھے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی معاشرت تھی۔ ان مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان خوش گوار سماجی تعلقات تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر کبھی قدغن نہیں لگائی اور کبھی انھیں محدود کرنے کی کوشش نہیں کی۔

تقریبات۔ سماجی زندگی کا ایک اہم حصہ

انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ مختلف مناسبتوں سے دوسرے انسانوں سے ملاقات کرے، ان کی خوشیوں میں شریک ہو اور انھیں اپنی خوشیوں میں شریک کرے، وہ کسی مصیبت کا شکار ہوں تو انھیں دلاسا دے اور جب خود اس پر کوئی افتاد پڑے تو دوسروں سے تسلّی اور ہم دردی حاصل کرے۔ خوشی ومسرت اور غم و

اندوہ کے مواقع پر مختلف رشتوں سے جڑے لوگ جب کہیں جمع ہوتے ہیں تو انھیں تقریبات کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تقریبات سماجی بھی ہوسکتی ہیں اور مذہبی بھی۔ مذہبی تقریبات میں کچھ مخصوص رسوم بھی انجام دی جاتی ہیں، جو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہیں۔

کثیر مذہبی معاشرہ میں رہنے والے مختلف طبقات کے افراد جب اپنی تقریبات منعقد کرتے ہیں تو سماجی تعلقات کی بنا پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی مدعو کرتے ہیں۔ مسلمان اپنی تقریبات میں اپنے غیر مسلم پڑوسیوں، ملاقاتیوں، کاروباری شرکاء اور بسا اوقات مذہبی نمائندہ شخصیات کو دعوت دیتے ہیں تو غیر مسلم بھی اپنی تقریبات میں اپنے مسلمان دوستوں کو شریک کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی تقریبات میں مسلمانوں کی شرکت کے کیا حدود و قیود ہیں، جن کی رعایت کی جانی چاہیے؟ موجودہ دور میں یہ سوال اس لیے بھی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مقصد سے مسلمانوں کی جانب سے غیر مسلموں کو اپنی تقریبات میں مدعو کرنے اور غیر مسلموں کی جانب سے مسلمانوں کو اپنی تقریبات میں بلانے کا رجحان بڑھا ہے اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا جا رہا ہے۔

توحید۔ اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ

مذکورہ بالا سوال کا جواب تلاش کرنے اور اس کی جزئیات پر غور کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عقیدۂ توحید کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

توحید اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس نے شرک پر سخت تنقید کی ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے۔ عیسائیوں نے غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا تھا۔ اس کے بعض فرقے 'اقانیم ثلاثہ' کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قریش نے ہزاروں دیوی دیوتا بنا رکھے تھے، جن کے آگے وہ اپنی جبینِ نیاز خم کرتے تھے۔ قرآن نے ان تمام فرقوں

کی گم راہی واضح کی اور شرک کو ناقابل معافی جرم قرار دیا:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْماً عَظِيْماً (النسائ:۴۸)

''اللہ بس شرک کو ہی معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی''۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے نامۂ اعمال میں تین طرح کے اعمال ہوں گے۔ کچھ اعمال وہ ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں معاف نہیں کرے گا اور یہ شرکیہ اعمال ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ (المائدۃ: ۷۲)

''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''[۴]

اس لیے غیر مسلموں کی تقریبات میں شرکت کرتے وقت ان تمام اعمال سے لازماً پرہیز کیا جائے گا جو صراحۃً شرکیہ ہوں، یا ان میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہو۔

تشبہ سے ممانعت

اس سلسلے میں ایک دوسرا اصول بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اسلامی شریعت میں مسلمانوں کو اپنا تشخص برقرار رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور انھیں دیگر قوموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم[۵]

''جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من تشبہ بغیرنا ۶

''وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے''۔

عہد نبویؐ میں یہود و نصاریٰ کا شمار مذہبی اقوام میں ہوتا تھا۔ عبادات اور معاشرت میں وہ بہت سے ایسے کام انجام دیتے تھے جو ان کی پہچان بن گئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو ان اعمال میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

غیر مسلموں کو سلام کرنا

کسی تقریب میں شرکت کی جائے تو سب سے پہلے سامنا میزبان سے ہوتا ہے۔ اگر وہ غیر مسلم ہو تو کیا اس سے سلام کیا جا سکتا ہے؟

غیر مسلم کو سلام کرنے کے تعلق سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں۔ بعض احادیث میں انھیں سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، جب کہ بعض صحابہ و تابعین سے ثابت ہے کہ وہ انھیں سلام کرتے تھے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع میں اگر غیر مسلموں کے ساتھ کچھ مسلمان بھی ہوں تو سلام کیا جا سکتا ہے۔ ایک بحث یہ بھی ملتی ہے کہ سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے جائیں؟ کیا انھیں اسی طرح سلام کیا جا سکتا ہے جس طرح مسلمانوں کو کیا جاتا ہے؟ یا ان کے لیے دیگر مناسب الفاظ کا استعمال کیا جائے گا؟ اس موضوع پر مولانا سید جلال الدین عمری نے تفصیل سے لکھا ہے۔ (احادیث اور آثار صحابہؓ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جائے) ۷ آخر میں انھوں نے پوری بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:

> ''ہمیں ایک ایسے معاشرے کے بارے میں سوچنا چاہیے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے، جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی، سماجی، معاشی، غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح

کے معاشرے میں غیر مسلموں کو مسنون طریقے سے سلام کیا جائے تو یہ مخالفِ سلف عمل نہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے، اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقے سے واضح ہو جائے۔ اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لیے عزت واحترام، محبت وخیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہوگا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کیے جائیں جو کسی دوسرے مذہب یا تہذیب کے مخصوص شعار کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں‘‘۔ ۸؎

تحائف کا تبادلہ

تقریبات اگر خوشی کی ہوں تو ان میں تحائف بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو تحائف دیے جا سکتے ہیں اور ان کے تحائف قبول بھی کیے جاسکتے ہیں۔

کسریٰ (شاہِ ایران)، قیصر (شاہ روم) اور دیگر بادشاہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفے بھیجے، جنھیں آپؐ نے قبول فرمایا اور بسا اوقات ان کے جواب میں آپ نے بھی تحفے بھیجے۔ قبیلۂ حمیر کے بادشاہ 'ذویزن' نے آپ کی خدمت میں ایک قیمتی جوڑا بھیجا۔ آپؐ نے اسے قبول فرمایا اور اسی طرح کا ایک قیمتی جوڑا اسے بھی تحفے میں بھیجا۔ ۹؎ نجاشی شاہِ حبشہ نے آپؐ کو ایک خچر ہدیہ کیا تھا، جسے آپ سواری کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ ۱۰؎ مقوقس شاہِ اسکندریہ (مصر) نے آپ کی خدمت میں بہت سے تحائف بھیجے تھے، مثلاً ایک ہزار مثقال سونا، بیس (۲۰) ملائم کپڑے، دلدل نامی خچر، یعفور نامی گدھا، شیشے کا پیالہ، لکڑی کی سرمہ دانی، آئینہ، کنگھی وغیرہ۔ اس نے ساتھ میں دو باندیاں اور ایک غلام بھی بھیجا تھا، جن میں

سے ایک حضرت ماریہؓ کو آپ نے اپنی ملک یمین میں لے لیا تھا۔ ۱۱؎

ماکولات ومشروبات

کھانے پینے کا اہتمام تقریبات کا لازمی جزء سمجھا جاتا ہے۔ کسی تقریب میں یہ نہ ہو تو وہ ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ مختصر تقریبات میں چائے بسکٹ، پھل، میوہ جات وغیرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے، جب کہ بڑی تقریبات میں انواع واقسام کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے سلسلے میں اسلام نے جو بنیادی تعلیمات دی ہیں انھیں تقریبات میں بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ غیر مسلموں کی تقریبات میں شراب اور دیگر نشہ آور مشروبات کا استعمال عام ہے۔ اسلام میں اس کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْ ☐ سِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْ ☐ طٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ: ۹۰)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب، جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی“۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل مسکر خمر و کل مسکر حرام ۱۲؎

”ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے“۔

۲۔ اسلام میں جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام قرار دیا ہے ان میں سے ایک خنزیر ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی صراحت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْ ☐ کُمُ الْمَیْ ☐ تَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ (البقرۃ: ۱۷۳)

”اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ تم مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو“۔ ۱۳؎

۳۔ محرمات میں (جیسا کہ آیتِ بالا میں صراحت ہے) مردار بھی ہے۔ سورۂ المائدہ (آیت نمبر ۳) میں صراحت ہے کہ چاہے وہ طبعی موت مرا ہو یا گلا گھٹنے یا چوٹ کھانے یا کسی بلند مقام سے گرنے یا دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے اس کی موت واقع ہوئی ہو، بہ ہر حال اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۴۔ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر یا بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ قرآن مجید میں محرمات کی جو فہرست دی گئی ہے، اس میں یہ بھی ہے:

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرۃ ۱۷۳) ۱۴؎

''اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو''۔

سورۂ مائدہ میں محرمات کی فہرست میں یہ بھی مذکور ہے:

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (المائدۃ: ۳)

''اور وہ جانور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو''۔

۵۔ اسی طرح اس جانور کا گوشت کھانا بھی حرام قرار دیا گیا ہے جسے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ

(الانعام ۱۲۱)

''اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ ایسا کرنا فسق ہے''۔

۶۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اسلام میں غیر مسلموں (مشرکین) کے ذبیحے کو حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ اس معاملہ میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (المائدۃ: ۵)

''آج تمھارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اہل کتاب

کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے''۔

اس آیت میں لفظ 'طعام' (کھانا) آیا ہے، جس میں عموم پایا جاتا ہے، لیکن متعدد صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ اس سے مراد ذبیحہ ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهذا أمر مجمع عليه بين العلماء أن ذبائحهم حلال للمسلمين، لأنهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم الا اسم الله وان اعتقدوا فيه تعالى ما هو منزه عن قولهم۔ ۱۵؎

''علماء کا اجماع ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے، اس لیے کہ وہ غیر اللہ کے نام سے ذبح کو حرام سمجھتے ہیں اور اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتے ہیں، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بعض ایسے اعتقادات رکھتے ہیں، جن سے وہ پاک ہے''۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ذیل میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

''اہل کتاب کا ذبیحہ ہمارے لیے حلال ہونے کی عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرہ کا اعادہ فرما دیا گیا ہے کہ ''تمھارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب اگر پاکی وطہارت کے ان قوانین کی پابندی نہ کریں جو شریعت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہیں، یا اگر ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر وہ اللہ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کریں یا اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیں تو اسے کھانا ہمارے لیے جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ان کے دستر خوان پر شراب یا سور یا کوئی اور حرام چیز ہو تو ہم ان کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتے''۔ ۱۶؎

غیر مسلموں کی تیار کردہ چیزیں، مثلاً مٹھائیاں یا کھانے کی دوسری چیزیں، ان کا استعمال مسلمانوں کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔ بشرطے کہ ان میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہ ہو اور بتوں پر ان کا چڑھاوا نہ کیا گیا ہو۔

تعزیت اور جنازہ میں شرکت

کسی غیر مسلم عزیز، پڑوسی، کاروباری شریک یا ملاقاتی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تعزیت کرنی چاہیے۔ یہ ایک سماجی تقاضا ہے، جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ البتہ تعزیت کرتے ہوئے کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے، جو کسی اسلامی عقیدے سے ٹکراتی ہو۔

حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک نصرانی شریک ہوتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے بھائی سے مل کر تعزیت کی۔ فرمایا: ''تم پر جو مصیبت آئی ہے، اس پر صبر کرو۔ اللہ تمھیں اس کا اچھا بدلہ عطا کرے گا۔'' ۱۷؎

غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کی جا سکتی ہے۔ اس کا مقصد وفات پانے والے شخص سے تعلق کا اظہار اور اس کے عزیزوں اور متعلقین کو تسلّی اور دلاسا دینا ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین میں، ظاہر ہے، مذہبی امور اور ہدایات کی پابندی کی جاتی ہے، غیر مسلم اپنے طریقے پر اس کا نظم کریں گے، لیکن ایک مسلمان کو بہ ہر حال اس کی اجازت ہے کہ وہ انسانی تعلق اور ہم دردی کے اظہار کے لیے اس موقع پر موجود رہے اور اس کے جنازے میں شریک ہو۔ متعدد صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظام سے اس کا عملی ثبوت ملتا ہے۔ ۱۸؎

البتہ اس موقع پر یہ احتیاط لازمی ہے کہ مسلمان کسی ایسے عمل میں شریک نہ ہو جو اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہو، مثلاً چِتا میں آگ لگانا، کہ اسلامی شریعت میں انسانی نعش کو آگ میں جلانے کی اجازت نہیں ہے، یا دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرنا، کہ غیر مسلم میت کے لیے ایسا کرنے سے صراحتاً منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

(التوبۃ: ۱۱۳)

''نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں

کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں''۔

احادیث میں ہے کہ یہ آیت اللہ کے رسول ﷺ کے عزیز چچا جناب ابو طالب کی وفات کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں ان کے لیے برابر دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے ایسا کرنے سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱۹؎

اسی طرح ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں آپ کے اوپر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپؐ کو دیکھ کر صحابۂ کرام بھی رونے لگے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا:

استأذنت ربی أن استغفر لها فلم یأذن لی۔ ۲۰؎

''میں نے اپنے رب سے ماں کے استغفار کے لیے اجازت طلب کی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی''۔

قومی یا سماجی تقریبات میں شرکت

ملک میں بعض ایسی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن کی نوعیت قومی ہوتی ہے اور ان میں عموماً شرکیہ افعال انجام نہیں دیے جاتے، اگرچہ تقریبات منعقد کرنے والے چوں کہ ہندو ہوتے ہیں اس لیے ان کے بعض افعال میں ہندوانہ کلچر کی جھلک آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر یوم آزادی، یوم جمہوریہ اور بعض دیگر تقریبات میں ملک کے جھنڈے کو لہرایا جاتا ہے اور اسے سلامی دی جاتی ہے۔ ان مواقع پر قومی ترانہ پڑھا جاتا ہے تو تمام حاضرین کے لیے کھڑا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے۔

کیا ایسی تقریبات میں مسلمان شریک ہوسکتا ہے؟ بعض فقہاء مثلاً مفتی کفایت اللہ اور مولانا عبد الرحیم لاجپوری وغیرہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ۲۱؎ کل ہند تعمیر ملت حیدرآباد کے سمینار منعقدہ ۲۰۰۰ء میں اس سلسلے میں یہ تجویز منظور ہوئی تھی:

''قومی پرچم کو سلامی دینا اور قومی ترانہ کے درمیان کھڑا ہونا، عبادت و

بندگی کے قبیل سے نہیں، بلکہ ملک سے محبت و تعلق کے اظہار کی ایک علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس پہلو سے اس میں گنجائش ہے، لیکن اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے'' ۔۲۲؎

بعض تقریبات کے آغاز میں شمع جلائی جاتی ہے، ناریل پھوڑا جاتا ہے، ربن کاٹی جاتی ہے، یا اس طرح کے دیگر کام انجام دیے جاتے ہیں۔ یہ تمام کام اسلامی تہذیب سے مغایر ہیں، اس لیے ان کی انجام دہی پسندیدہ نہیں، لیکن اگر ان کا کوئی شرکیہ پس منظر نہ ہو تو ایسی تقریبات میں شرکت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مذہبی تقریبات میں شرکت

غیر مسلموں کی کچھ تقریبات خالص مذہبی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ ان میں شرکیہ افعال انجام دیے جاتے ہیں۔ ایسی تقریبات میں شرکت عام حالات میں مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

(الفرقان: ۷۲)

''(اور رحمن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں''۔

اس آیت میں 'زور' سے مراد بعض صحابہ و تابعین (مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابو العالیہ، مجاہد، طاؤس، ابن سیرین، ربیع بن انس اور ضحاک وغیرہ) نے مشرکوں کے تہوار لیے ہیں۔ ۲۳؎

عہد نبوی میں ایک شخص نے نذر مانی کہ 'بوانہ' نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی اس نذر کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے، جس کی پرستش کی جاتی ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے دریافت کیا: کیا وہاں جاہلیت کے تہواروں میں سے کوئی تہوار منایا جاتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔ تب آپؐ

نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ ۲۴؎

ایک عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے نذر مانی تھی کہ فلاں جگہ (جہاں عہد جاہلیت میں لوگ جانور ذبح کیا کرتے تھے) جانور قربان کروں گی۔ آپؐ نے دریافت کیا: کیا وہاں اہل جاہلیت کسی مٹی یا پتھر کے بت کے لیے قربانی کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ تب آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ ۲۵؎

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان مقامات پر، جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی ہو اور شرکیہ افعال انجام دیے جاتے ہوں، نذر کا جانور ذبح کرنا ممنوع ہے تو وہاں منعقد ہونے والے تہواروں میں شرکت بھی جائز نہ ہوگی۔

علامہ ابن تیمیہ نے درج بالا احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

> ''جب جاہلی میلوں اور عبادت گاہوں پر کسی عقیدت مندانہ حاضری سے منع کیا گیا ہے تو خود جاہلی تہواروں میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی''۔ ۲۶؎

اسی وجہ سے متعدد اصحابِ افتاء نے غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔ ۲۷؎

البتہ اگر کسی شخص کو دینی مصلحت، ملّی تقاضے، دعوتی جذبے، تالیف قلب یا اسلام سے قریب کرنے کے مقصد سے غیر مسلموں کی کسی مذہبی تقریب میں شریک ہونا پڑے تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، بشرطے کہ وہ کسی مذہبی عمل میں شریک نہ ہو اور اس موقع پر جو مذہبی رسوم انجام دی جاتی ہیں، ان سے دور رہے۔ کتبِ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عکاظ، ذوالمجنہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں شرکت فرماتے تھے اور وہاں لوگوں سے مل کر ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے۔

اسی طرح مختلف تہواروں کے موقع پر اگر خیر سگالی کے طور پر کوئی پارٹی ہوتی ہو، جیسے ہولی ملن وغیرہ اور اس میں مذہبی رسوم نہ انجام دی جاتی ہوں تو وسیع تر دعوتی

مفاد، خیر سگالی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پیش نظر اس میں شرکت کی جاسکتی ہے۔

مذہبی رسوم کی ایک مثال پیشانی پر 'قشقہ' لگانا ہے کہ اس کا تعلق ہندؤوں کے مذہبی شعائر سے ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے۔ ۲۸

بعض تقریبات میں 'وندے ماترم' گیت گایا جاتا ہے۔ یہ گیت کھلے طور پر شرکیہ باتوں پر مشتمل ہے، اس لیے کہ اس میں 'بھارت ماتا' کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ہندؤوں کے نزدیک 'بھارت' کو ایک دیوی کے روپ میں پیش کیا گیا ہے اور ملک کے مختلف مقامات پر اس کی مورتیاں نصب کی گئی ہیں اور مندر بنائے گئے ہیں۔ اس بنا پر کسی مسلمان کے لیے یہ گیت گانا جائز نہیں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نئی دہلی کے سمینار منعقدہ حیدر آباد، ۲۰۔۲۲/جون ۲۰۰۴ء میں اس سلسلے میں یہ قرارداد منظور کی گئی تھی:

> ''وندے ماترم جیسے گیت میں شرکیہ الفاظ ہیں اور ہندوستان کی سرزمین کو معبود کا درجہ دیے جانے کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے اس جیسے گیت کا پڑھنا شرعاً حرام ہے اور ان پر اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ ۲۹

حواشی ومراجع

۱۔ المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، المطبعۃ المیمنیۃ مصر، ۱۳۲۴ھ، ص ۹۳ (البر: التوسع فی الاحسان الیہ)

۲۔ النکت والعیون (تفسیر الماوردی)، مطابع المقھوی، کویت، ۱۴۰۲ھ، ۴/ ۲۲۳

۳۔ احکام القرآن، ابن العربی، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۳۱ھ، ۲/ ۲۴۹ (أی تعطوهم قسطاً من أموالکم علی وجہ الصلۃ)

۴۔ مسند احمد، ۲۶۰۳۱ ۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، ۴۰۳۱

۶۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، ۲۶۹۵

۷۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سید جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۱۳ئ ص ۱۱۸۔۱۳۷

۸۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔ ۱۳۷
۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس المرتفع
۱۰۔ زاد المعاد، ابن قیم، ۱/ ۱۳۴
۱۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' کی بحث 'غیر مسلم سے تحائف کا تبادلہ'، ص ۱۴۸۔ ۱۵۹
۱۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاشربۃ، باب النہی عن المسکر ، ۳۶۷۹
۱۳۔ مزید ملاحظہ کیجیے، المائدۃ: ۳اور النحل: ۱۱۵
۱۴۔ مزید ملاحظہ کیجیے، المائدۃ: ۳، الانعام، ۱۴۵، النحل: ۱۱۵
۱۵۔ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، تفسیر آیتِ مذکور
۱۶۔ تفہیم القرآن، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۱/ ۴۴۶۔ ۴۴۷
۱۷۔ کتاب الخراج، ابو یوسف، ص ۲۱۷
۱۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے مصنف عبد الرزاق، ۶/ ۳۶۔ ۳۸
۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا قال المشرک عند الموت لا الٰہ الا اللہ، ۱۳۶۰
۲۰۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استیذان النبی ربّہ عزّ وجلّ فی زیارۃ قبر امّہ
۲۱۔ فتاویٰ رحیمیہ، ۶/ ۲۸۸ ۲۲۔ ماہ نامہ الرشاد، جلد ۴۰، شمارہ ۳۳۵، نومبر ۲۰۰۰ئ، ص ۳۵
۲۳۔ تفسیر ابن کثیر، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)، تفسیر آیت مذکور
۲۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الایمان، باب مایؤ مر بہ من الوفاء بالنذر، ۳۳۱۳، صححہ الألبانی
۲۵۔ سنن ابی داؤد، حوالۂ سابق، ۳۳۱۲، قال الألبانی: حسن صحیح
۲۶۔ اقتضاء الصراط المستقیم، ابن تیمیۃ،
۲۷۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے، فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/ ۴۰۴، مجموعۃ الفتاویٰ: ۲/ ۱۱۹، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۵۵۶، کفایت المفتی: ۹/ ۳۳۶
۲۸۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان روابط۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ایفا پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۳، ص ۲۷
۲۹۔ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، جون ۲۰۱۴ئ، ص ۱۱۳